سندھ سے شائع ہونے والے نظریاتی تحریکوں اوراداروں کے ترجمان ادبی رسائل

Prominent literary magazines of ideological movements and institutions from Sindh

ڈاکٹر طارق حسین رضوی[i] طاہر حسین[ii]

Abstract:

With the advent of Pakistan, the Urdu literary journalism evolved and started in Sindh. The migrated renowned literary personalities who played prominent role with these literary magazines and indeed remained central for the establishment of the new Pakistani Society. A large number of literary magazines were published from Sindh. In this paper, an attempt has been made to review such Urdu literary magazines published from Sindh which were the spokespersons of various literary ideologies, movements, and institutions and who played an important role for the promotion of Urdu language and literature.

Keywords: *Urdu Literature, Magazine, Sindh, Literary Ideologies, Movement, Institutions.*

پاکستان بننے کے ساتھ ہی اردو ادبی صحافت کا ارتقا اور آغاز سندھ میں ہوا۔ ہجرت کر کے آنے والی معروف ادبی شخصیات نے ان ادبی رسائل کے ساتھ نمایاں کردار ادا کیا اور حقیقتاً نئی پاکستانی سوسائٹی کے قیام میں مرکزی کردار ادا کیا۔ سندھ سے بڑی تعداد میں ادبی رسائل شائع ہوئے۔ اس مقالے میں سندھ سے شائع ہونے والے ایسے اردو ادبی رسائل کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے جو مختلف ادبی نظریات ، تحریکوں اور اداروں کے ترجمان تھے اور جنھوں نے اردو زبان و ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

کلیدی الفاظ: اردو ادب ، رسائل ، سندھ ، ادبی نظریات ، ادبی تحریکیں ، ادارے۔

قیام پاکستان سے قبل سندھ کے علمی اور ادبی حلقوں میں اردو زبان اپنے وسیع ذخیرہ الفاظ وسعت بیان سلاست وروانی، نثری اور شعری سرمائے کے باعث گہرا اثر رکھتی تھی۔ قیام پاکستان سے قبل کے دور میں تقریباً ۸۸ شعرائے اردو؛ جن کی زبان سندھی تھی، کا سراغ لگایا جاچکا ہے۔[۱]اس دور کے شعرا کا کلام اگرچہ ہندوستان کے دیگر علمی مراکز، دہلی لکھنو، حیدرآباد دکن، لاہور کے شعرا جتنا بلند نہ سہی لیکن پھر بھی اس وقت خطہ سندھ میں موجود تعلیمی، سماجی اور سیاسی صورتحال کے پس منظر میں یہ شعری و ادبی سرمایہ قابل قدر ہے۔ انگریزوں کے دور میں پریس کے آنے سے اردو ادبی صحافت نے تیزی کے ساتھ ارتقائی منازل طے کیں۔

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد کراچی کو پاکستان کے دارالحکومت کی حیثیت حاصل ہوئی اس سے پہلے بھی کراچی کو بندرگاہ یہاں ہونے کے باعث اہمیت حاصل رہی ہے۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد مالیاتی صنعتی اور تجارتی مرکز کا مقام حاصل ہوا۔

[i] شعبۂ اردو ، شاہ لطیف یونی ورسٹی ، خیر پور میرس۔(Corresponding Author)
[ii] فلائٹ لیفٹننٹ ، پی اے ایف کالج ، لوئر ٹوپہ ، مری۔

قیام پاکستان کے بعد ہندوستان کے مختلف شہروں سے ہجرت کر کے آنے والوں ادیبوں، شاعروں محققوں اور نقادوں نے سرزمین سندھ کے مختلف شہروں بالخصوص کراچی کا اپنا مسکن بنایا۔ ان حضرات میں مولوی عبدالحق، علامہ نیاز فتح پوری، شاہد احمد دہلوی، صہبا لکھنوی، ماہر القادری، رزاق الخیری، اختر انصاری اکبر آبادی، ابو مسلم صحافی، حسن مثنیٰ ندوی، خواجہ حمید الدین شاہد اور جلیل قدوائی قابل ذکر ہیں۔ یہ شخصیات ہندوستان کے بڑے علمی وادبی مراکز سے تعلق کی بنا پر وہاں جاری رہنے والی علمی، ادبی فکری اور نظریاتی تحاریک میں شریک رہیں اور ہندوستان سے جاری ہونے والے تہذیب الاخلاق، مخزن، اردوئے معلیٰ، فانوس، خیال، کہکشاں، نیرنگ خیال معارف جیسے علمی فکری اور ادبی رسائل کی روایات اور ذاتی طور پر جاری کردہ رسائل نگار، افکار، اردو، ساقی، عصمت اپنے ساتھ لائے۔ جس کے نتیجے میں سندھ میں اردو ادبی صحافت کے نئے اور شاندار دور کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ روز ناموں سے لے کر ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہ نامہ، سہ ماہی اور ششماہی دورانیے پر مشتمل رسائل وجرائد کا اجراء ہوا۔

اردو ادبی رسائل کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ تہذیب الاخلاق سے لے کر آج تک جتنے بھی ادبی رسائل شائع کیے گئے ان کو مالی وسائل کی کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۹۴۷ء میں ایک نوزائیدہ مملکت میں جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی مالیاتی، تکنیکی اور افرادی قوت میں کمی جیسے مسائل کا شکار رہے وہیں اردو ادب اور بالخصوص اردو ادبی صحافت بھی اس سے متاثر ہوئی لیکن ان ادیبوں اور شاعروں نے اپنے عزم حوصلے اور صلاحیتوں کے ذریعے ایسی تمام مشکلات اور مصائب کو شکست دی اور اردو ادبی صحافت کے میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیتے جو بظاہر ناممکن نظر آتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد پہلی دہائی میں سندھ سے کم وبیش چالیس (۴۰) اردو ادبی رسائل جاری ہوئے جن میں سے ۶ بچوں کے لیے اور ۱۵ خواتین کے لیے تھے۔ اردو زبان وادب عمومی ترویج کے لیے جاری ہونے والے ادبی رسائل کے علاوہ مختلف نظریات، تحاریک، اصناف اور موضوعات کے لیے مخصوص رسائل تنوع کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسی متنوع ادبی صحافت کے ایک زاویے کا جائزہ پیشِ نظر ہے۔

سندھ سے شائع ہونے والے رسائل میں ادبی نظریات اور تحاریک کے ترجمان رسائل میں ماہ نامہ ”فاران“ ماہ نامہ ”ارتقا“، ماہ نامہ ”پاکستانی ادب“ ماہ نامہ ”طلوع افکار“ ماہ نامہ ”چراغ راہ“ ماہ نامہ

"آئندہ" سر فہرست ہیں۔

ماہ نامہ "فاران" اپریل ۱۹۴۹ء میں مولانا ماہر القادری کی ادارت میں کراچی سے جاری ہوا۔ اس ماہ نامے کے مندرجات و موضوعات کا مطالعہ "تحریکِ ادبِ اسلامی" کے افکار و نظریات کو واضح کرتا ہے۔ مولانا ماہر القادری ناول نگار افسانہ نگار، انشائیہ نگار، شاعر اور مدیر کی حیثیت سے اردو ادب کی معروف شخصیت ہیں۔ آپ سیاسی اور تنظیمی طور پر نہیں لیکن نظریاتی لحاظ سے جماعت اسلامی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے افکار سے متاثر تھے اور اس کا اظہار اپنے قلم سے ساری زندگی برملا کرتے رہے۔ "فاران" میں ادبی، علمی، تنقیدی اور تاریخی مضامین، افسانے، مکاتیب، حصہ شاعری میں غزلیں نظمیں اور تبصرہ کتب شامل ہوتے تھے۔ فاران کا اداریہ جو کہ خود مولانا ماہر القادری تحریر کرتے تھے۔ ادبی، سیاسی، سماجی اور تعلیمی موضوعات پر مبنی ہوتا تھا۔ ایک اداریے میں نوزائید مملکت پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

> "آؤ سب شانہ بشانہ مل کر اسلام کے سائے میں پاکستان کو ایسی مثالی حکومت بنادیں جو امن و سلامتی کا گہوارہ ہو جہاں کسی انفرادی اور اجتماعی پر کوئی دست درازی نہ کر سکے جہاں نیکی کا چلن ہو اور برائی کے لیے فضا ذرا سی بھی سازگار نہ ہو۔ جہاں فیکٹریوں کی چمنیوں سے لے کر ایوان حکومت کے روشن دانوں تک اخلاق اور پاکیزگی کا دور دورہ ہو۔ جہاں رشوت ستانی ناجائز استحصالی، اقربانوازی، صوبائی عصبیت اور مفاد پرستی کے لیے کوئی گنجائش نہ ہو جہاں حکومت بے روزگار، ننگوں بھوکوں کو روٹی، کپڑا اپاہجوں اور ناکاروں کے لیے آزوقہ مہیا کرے۔۔۔۔ جہاں کے حکام اور ارباب کار اپنے آپ کو عوام کا آقا اور خداوند نہیں بلکہ ان کی خدمت گزار اور مخلص و درد مند بھائی سمجھیں جہاں کی سوسائٹی میں عیاشیوں، بدکاروں اور ہوس پرستی کو عزت کا کوئی مقام نہ مل سکے۔" [۲]

ماہر القادری اپنے ماہ نامہ فاران کے ذریعے قارئین تک دین اسلام اور حب الوطنی کے جس نظریے کا پرچار کر رہے تھے وہ درج بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے۔ "فاران" میں تحقیقی اور تنقیدی دونوں طرح کے مضامین شائع ہوئے۔ تنقیدی مضامین میں سلیم احمد کا تنقید حیات [۳] اردو زبان اور رسم الخط از عبدالقدوس ہاشمی [۴] اقبال کی شاعری میں ابدیت کا تصور افضل صدیقی [۵] جوش کی رباعیاں از اسد ملتانی [۶] نوادر امیر مینائی از ماہر القادری [۷] اردو ادب میں اسلامی رجحانات از عاصی ضیائی رام پوری [۸] مجھے اختلاف

ہے از ضیاالدین برنی[۹] اسلامی ادب کی فلسفیانہ بنیادیں از عماد الحق صدیقی[۱۰] اہم ہیں۔ تحقیقی مضامین میں فسانہ عجائب از ڈاکٹر گیان چند[۱۱] لب تشنہ از وارث سرہندی[۱۲] تعلقات کی وجہ تسمیہ قاضی میاں اختر جوناگڑھی[۱۳] اردو کا پشتو سے رشتہ از امتیاز علی عرشی[۱۴] اور مولانا جلال الدین رومی ادبیات اسلامیہ میں ان کا تجدیدی مقام اور انقلابی پیغام از سید ابوالحسن علی ندوی[۱۵] شامل ہیں۔

مولانا ماہر القادری چوں کہ خود شاعر تھے اور فن شاعری سے بخوبی واقف تھے۔ لہٰذا "فاران" میں نظمیں اور غزلیں منتخب کرتے وقت وہ انھیں فن شاعری کے معیار پر پرکھ کر شائع کرتے تھے۔ فاران میں انھوں نے خود بھی افسانے لکھے اور دیگر افسانہ نگاروں کی تخلیقات بھی شائع کیں لیکن بنیادی طور پر ان افسانوں میں تعمیری اور اصلاحی پہلو غالب نظر آتا ہے۔ یاد رفتگاں فاران کا ایک عمدہ سلسلہ رہا جس میں ماہر القادری نے دنیائے ادب کے نامور مشاہیر کے واقعات حالات زندگی اور اپنے ساتھ روابط و تعلقات کو تحریر کیا ہے۔ یہ ایک مآخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تبصرۂ کتب پر مبنی سلسلہ "ہماری نظر میں" ماہر القادری خود تحریر کرتے تھے اور یہ تبصرے کتابی صورت میں مرتب ہو چکے ہیں۔ فاران کے اداریے سے لے کر تبصرہ کتب تک تمام مشمولات میں ادب اسلامی کا فکری اور نظریاتی پہلو واضح طور دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔

تحریکِ ادبِ اسلامی ہی کے نظریات کے فروغ پر مبنی ایک اور رسالہ "چراغِ راہ" نعیم صدیقی کی ادارت میں جنوری ۱۹۴۸ء میں کراچی سے جاری ہوا۔ "سوچ بچار" کے عنوان سے نعیم صدیقی اس کا اداریہ تحریر کرتے تھے۔ یہ اداریے خاصے طویل ہیں اور ان میں موضوع کے اعتبار سے ادبی کے بجائے سیاسی، سماجی اور اخلاقی نوعیت کے مسائل زیرِ بحث لائے جاتے تھے جن میں یہ فکر غالب نظر آتی ہے کہ پاکستانی معاشرے کی تشکیل میں مغربی تہذیب اور افکار کسی طور بھی کارفرما نہ ہو بلکہ اسلامی تہذیب و افکار بنیادی کردار ادا کریں۔ اداریے علاوہ دیگر مضامین میں بھی یہی عنصر موجود ہے۔ اسلامی ادب کی تحریک سے وابستہ ادیبوں کو موضوعاتی تنوع کی جانب متوجہ کرتے ہوئے "اسلامی ادب کے کمزور پہلو" کے عنوان سے نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

> "ہمارے ادب میں سیاسی موضوعات ایسے گھسے ہیں کہ پوری فضا پر ان کا تسلط ہو چکا ہے۔
> بلاشبہ سیاسی مسائل کا مقام ادب میں ہے جیسے تمام دوسرے تمام انسانی مسائل کا ہے۔
> لیکن نہ اس حد تک کہ نظم اور افسانہ 'سیاسی جلسہ' ہو کر رہ جائے اور بقیہ مسائلِ حیات

نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں۔ درحقیقت ادب کو سیاسی مسائل سے زیادہ معاشرتی مسائل پر توجہ دینی چاہیے۔۔۔ وہ ادیب کبھی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآنہیں ہو سکتا جو اپنے قریبی ماحول میں روز مرہ زندگی کے مسائل و واقعات سے آنکھیں بند کر کے صرف اسمبلی ہال اور کیبنٹ ہاوس کے گرد طواف کرتا رہے۔" [۱۶]

اسلامی ادب کی تخلیقات میں زبان و بیان اور فنی لحاظ سے کمزوریوں پر گرفت کرتے ہوئے نعیم صدیقی مزید لکھتے ہیں:

"ایک اور فنی کمزوری، زبان، محاورے اور فن کی معلومات کی کمی ہے۔۔۔ انتہا یہ ہے کہ ہمارے لکھنے والوں میں اوقاف کا استعمال جس لاپروائی کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ بالعموم یہ غمازی کرتی ہے کہ زبان و محاورہ تو خیر بڑی چیز ہے، گرامر ہی کا فاقہ ہے۔ آگے چلنے سے پہلے اس کمزوری کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔" [۱۷]

اسی شمارے میں "ہمارا پہلا ناول" کے عنوان سے نعیم صدیقی کا اسعد گیلانی کے ناول 'جہنم کے دروازے پر' تنقیدی مضمون بھی شامل ہے۔ نعیم صدیقی کے بعد ۱۹۵۸ء سے اس مجلے کی ادارت خورشید احمد نے سنبھالی۔ اس رسالے نے مارچ ۱۹۵۵ء میں "مسعود عالم ندوی نمبر"، ۱۹۶۰ء میں "نظریہ پاکستان نمبر" جب کہ اگست ۱۹۶۲ء میں "آزادی نمبر" شایع کیا۔ یہ رسالہ اسلامی ادب کے نظریات کے زیرِ اثر ادبی تخلیقات کی پیش کش کے ساتھ ساتھ ان تخلیقات کی فنی و فکری اصلاح پر ناقدانہ مضامین کی اشاعت کرتا رہا ہے۔

ترقی پسند تحریک کے نظریات اور تخلیقات کی ترویج کے لیے "ارتقا" کتابی سلسلہ کی صورت میں فروری ۱۹۸۹ء میں "ارتقا مطبوعات" کے تحت کراچی سے جاری ہوا ادارہ تحریر میں بشیر فقیر لاشاری اور معاونین میں نوشابہ زبیری اور زیبا علوی شامل تھے جب کہ مجلس مشاورت میں پروفیسر ممتاز حسن، فارغ بخاری، عبداللہ ملک، رضا ہمدانی، محمد علی صدیق، راحت سعید، عبدالرحمٰن نقاش اور خالد علیگ شامل تھے۔ "ارتقا" کے مقاصد دوسری کتاب کے ادارے میں یوں موجود ہیں:

"ارتقا کے بارے میں ہمارا ادعا صرف یہ ہے کہ اس کے صفحات معیاری ترقی پسند تخلیقات کے لیے وقف ہوں گے لیکن یہ ترقی پسند کیا ہے اور معیاری تحریر کا معیار کیا ہے......ہماری دانست میں ترقی پسندی زندگی بخش و زندگی افروز رجحان ہے خوب سے خوب تر کی تلاش

> مسلسل اور اگلی منزل کی طرف پیہم کاوش زندگی کا وظیفہ ہے اس کے برعکس کسی ایک منزل پر رک جانے یا گزری ہوئی منزلوں کی طرف لوٹ جانے کی بے سو کوشش موت کے مترادف ہے۔" [۱۸]

ارتقا کے مشمولات میں اداریہ کے بعد مضامین ہوتے ہیں جن ادبی، علمی، سیاسی، تاریخی اور معاشرتی موضوعات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ افسانے، حصہ شاعری میں غزلیں نظمیں شامل ہیں۔ ارتقاء میں ارتقاء انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنز کے زیر انتظام منعقد کیے جانے والے مختلف سیمی نار میں پڑھے جانے والے مضامین و مقالات بھی شائع ہوتے رہے، جمہوریت پسند مصنفین کنونشن میں پیش کیے جانے والے مقالات بہ موضوع سائنس اور سماجیات بھی شائع ہوئے ہیں۔ جس میں سندھ کے نامور ادیب محمد ابراہیم جویو، شیخ ایاز، رسول بخش پلیجو وغیرہ شامل ہیں۔

ارتقاء نے اپنے اشاعتی سفر میں جن ترقی پسند ادیبوں اور دانشوروں پر خصوصی گوشے شائع کیے ان میں قمر عباس ندیم[۱۹] کمال احمد صدیقی[۲۰] جوگندر پال[۲۱] سبط حسن[۲۲] آغا سہیل[۲۳] عصمت چغتائی[۲۴] حبیب جالب[۲۵] ضمیر نیازی[۲۶] جوش[۲۷] حسن عابدی[۲۸] کیفی اعظمی[۲۹] حمزہ واحد[۳۰] اقبال مجید[۳۱] نسیم سید[۳۲] شاہد نقوی[۳۳] علی حسن[۳۴] غلام کبریا[۳۵] ارگن سنگھ[۳۶] عبداللہ ملک[۳۷] خلیق ابراہیم[۳۸] شامل ہیں۔ اس کے علاوہ فراق نمبر[۳۹] اور سجاد ظہیر نمبر بھی شائع کیا۔ یوں "ارتقا" نے ترقی پسند ادیبوں اور شاعروں کے متعلق سوانحی، علمی اور ادبی معلومات کا ایک کثیر سرمایہ اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا اور شائع کیا۔ جوش کے حوالے سے ایک خصوصی سیمینار ارتقا ادبی فورم اور بزم جوش کینیڈا کے تعاون سے نیپا کراچی میں منعقد کیا گیا اس سیمینار میں پڑھے جانے والے تمام مضامین و مقالات اور روداد سیمینار ایک شمارے میں پیش کی گئیں[۴۰] ارتقاء نے آغاز سے لے کر اب تک اپنے مقاصد کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور ترقی پسند مصنفین کے نظریات کی تفہیم و تشریح اور اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

ماہ نامہ "پاکستانی ادب" نومبر ۱۹۷۴ء میں کراچی سے فہمیدہ ریاض، سعیدہ گزدر اور مجاہد علی کی ادارت میں جاری ہوا، پاکستانی ادب کے پہلے شمارے میں اس کے اجراء کے مقاصد یہ بیان کیے گئے ہیں:

> "ہم کیا چاہتے ہیں؟ وہی جو پاکستان کا ہر محب وطن چاہتا ہے یعنی ایسا ادب جو زندگی کا ترجمان اور نقاد ہو البتہ زندگی وہ بھی ہے جس کے شجر حیات میں حسن کے پھول کھلتے ہیں اور وہ

بھی جو آکاس کی بیل کی طرح میوہ دار درختوں کا رس چوس لیتی ہے۔" [۴۱]

"پاکستان ادب" کے مشمولات میں مضامین اور غزلیں اور نظمیں شامل تھیں اور یہ ترقی پسند نظریات کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ پاکستان ادب ایک نظریاتی پرچہ تھا اور اس میں لکھنے والے ادیب اور شاعر ترقی پسند تحریک سے متاثر نظر آتے ہیں۔ [۴۲]

ترقی پسند نظریات کا حامی اور سرگرم مبلغ ایک اور ماہ نامہ "طلوع افکار" بھی کراچی سے شائع ہوا۔ ۱۹۷۰ء میں ماہ نامہ "طلوع افکار" کی ابتدا حسین انجم نے کی۔ ابتدائی منتظم سبط حسن تھے۔ مدیران میں جوش ملیح آبادی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، محمد احسن فاروقی، سید محمد باقر اور ڈاکٹر شگفتہ موسوی شامل تھے۔

محمود واجد کی ادارت میں جنوری ۱۹۹۶ء میں کراچی سے "آئندہ" کا اجرا ہوا یہ رسالہ اردو ادب میں جدیدیت پر مبنی نظریات کو فروغ دیتا نظر آتا ہے۔ انجمن جدید مصنفین پاکستان کے تحت شائع ہوا۔ رسالے کے مقاصد کے حوالے سے محمود واجد لکھتے ہیں:

> "جدید ادبی رویہ اسی سچویشن کی پیداوار ہے اور ہم کہ جدید ادب کے امکانات پر یقین رکھتے ہیں انھیں بھی پہچان کے صدمے سے دوچار کرنا چاہتے ہیں۔ جنھوں نے شعوریت کا بیشتر حصہ بے خبری میں گزرا اور اب کہ ان کا اپنا لکھا بھی خود کار قرار پایا ہے۔" [۴۳]

"آئندہ" نے بیسویں صدی نمبر [۴۴] پاکستان ادب نمبر [۴۵] اور ہندوستانی ادب نمبر [۴۶] شائع کیے ہیں۔ سندھ کی اردو ادبی رسائل میں مذکورہ رسائل کی اجراء کا بنیادی محرک اردو ادب میں جاری مختلف تحاریک اور نظریات و افکار کے زیر اثر تخلیق ہونے والا نثری اور شعری ادب پیش کرنا رہا اور ان رسائل نے ادب اسلامی، ترقی پسندی اور جدیدیت کے رجحانات کو فروغ دیا۔ نئے نئے علمی و ادبی مباحث کو جنم دیا جو کہ قارئین کے ذہنی افق کو وسعت دینے کا باعث بنے۔

سندھ سے شائع ہونے والے اردو ادبی رسائل میں اداروں کی سرپرستی میں جو رسائل جاری ہوئے ان انجمن ترقی اردو پاکستان کے زیر اہتمام ماہ نامہ قومی زبان اور سہ ماہی اردو سرفہرست ہیں۔ یکم جون ۱۹۴۸ء میں "قومی زبان" کا اجرا کراچی سے ہوا۔ ابتداء میں یہ ہفتہ روزہ اور اخباری نوعیت کا پرچہ تھا بعد میں یہ پندرہ روزہ ہوا۔ قومی زبان ساری قوم کی آواز ہے سرورق پر درج ہوتا تھا اور یہ ہی اس رسالے کا مقصد تھا۔

اردو دان اور سندھی زبان بولنے والے افراد کو قریب لانے کے لیے اس ابتدائی زمانے میں قومی زبان میں ایک صفحہ سندھی زبان میں ہوتا تھا۔ پیر حسام الدین راشدی اس کو مرتب کرتے تھے [۴۷] اخبار علمیہ عمومی دلچسپی عمومی کا دلچسپی کا سلسلہ، عالمی علمی اور سائنسی خبروں پر مشتمل تھا۔ چیدہ خبریں بین الاقوامی ادبی خبروں پر مبنی تھا نقطہ و نظر تبصرہ کتب کا سلسلہ تھا۔ ابتداء میں قومی زبان میں ہلکے پھلکے دلچسپ اور معلوماتی اور ادبی مضامین مولوی عبدالحق کی تقاریر احوال تقاریب کثرت سے شائع ہوتی تھیں۔ خیابان ادب کے تحت ایک نیا سلسلہ نومبر ۴۸ء میں شروع کیا گیا جس میں ادبی اور سوانحی مضامین شامل کیے جاتے تھے۔

۱۶ اگست ۱۹۴۹ء میں قومی زبان میں پہلی بار مجلس ادارت کے نام شائع کیے گئے ان میں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھ سید عبدالرشید فاضل، اور مظہر الدین صدیقی شامل ہیں۔ ۱۹۵۰ء جنوری میں حکیم اسرار احمد کریوی مدیر ہوئے اسی آخر میں مولوی سید ہاشمی نگراں اور شجاع احمد صاحب مدیر ہوئے قلم کی لغزشیں کے عنوان سے عبدالرشید فاضل میں ہم عصر ادبی رسائل میں شائع ہونے والے نثری اور شعری سرمائے میں موجود صرف و نحو کی غلطیاں بیان کرتے اور تصیح کرتے تھے۔ جنوری ۱۹۵۳ء میں قومی زبان کی اشاعت کو پانچ سال پورے ہوئے:

> ''ایک ایسے جریدے کے لیے جو صرف ایک خاص تحریک کی تبلیغ واشاعت کے لیے وقف ہوا اور جس میں عوام دل بستگی کے لیے سستی چیزوں (فلمی کہانیوں اور جنسی افسانوں) کے شمول کی کوئی گنجائش نہ ہو اپنی زندگی کے پانچ سال مکمل کر لینا بڑی بات ہے۔ عام افسانے اور چٹخارے والے مقالات تو دوسرے اخبارات اور رسائل میں مل سکتے ہیں اور ان کے ذریعے ہر شخص اپنی تشنگی رفع کرنے کا سامان بہم پہنچا سکتا ہے لیکن جہاں تک قومی زبان کا تعلق ہے اسے مادی سود زیاں کے نقطہ نظر سے بالاتر جس انداز میں چلایا جا رہا ہے اسی طرح جاری رکھا جائے گا۔'' [۴۸]

ابتدائی ۱۰ سالوں میں مدیران میں تبدیلی ہوتی رہی۔ ان میں شاہد حسین رزاقی، شجاع احمد زیبا، عین الدین عرفی، ابوالخیر کشفی اور مشفق خواجہ شامل ہیں۔ پہلی دہائی کے اختتام تک "قومی زبان" کی ترتیب میں مسلسل تبدیلیاں کی جاتی رہیں۔ تبصرہ کتب قارئین کے خطوط، رفتاادب حرفے چند آئینہ مجھے کچھ کہنا ہے۔ اپنی زبان میں عمدہ معلوماتی اور مستقل سلسلے رہے۔ ان تمام تبدیلیوں کے باوجود یہ رسالہ اپنے اجراء

کے بنیادی محرک اور نظریہ سے ذرا بھی نہ ہٹا اور اردو کو قومی زبان بنانے کی تحریک کو جاری رکھا۔

"قومی زبان" کے اداریے پاکستان کے سماجی، سیاسی، علمی اور ادبی تاریخ کا احاطہ کرتے ہیں:

"ہمارا منشا محض نکتہ چینی یا حرف گیری نہیں ہے بلکہ یہ دیکھ کر کہ کسی بے دردی اور ناعاقبت اندیشی سے وہ بنیادی ستون اور اساسی اصول ڈھائے۔ اور تہ تیغ کیے جا رہے ہیں جن پر پاکستان کی بقا کا انحصار ہے ہم یہ سوال کرنے پر مجبور ہیں اور یہ سوال کرنا ایک پاکستانی کی حیثیت سے اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں کہ:-

۱۔ اگر پاکستان میں بھی مخلوط انتخابات مسلمانوں کے لیے ذریعہ نجات تھا۔

۲۔ اگر محض اسلام کے لیے اسلامی دستور کا نعرہ لگانا تھا اور اسلام سے کوئی سروکار نہ تھا۔

۳۔ اگر پاکستان میں ہی اردو کے علاوہ دوسری زبانیں قومی و سرکاری بننا تھیں۔

۴۔ اگر پاکستانی عوام کی زندگی افلاس و بے روزگاری، بے گھری، بے دردی، ذلت رسوائی میں بسر ہوئی تھی۔

۵۔ اگر پاکستانی عوام محض چند مقمد اور مفاد پرست اشخاص کے لیے کھلونا بننا تھے۔

۶۔ اگر مسلم زبان و مذہب تہذیب و تمدن، اصول و تصورات کی کوئی جداگانہ حقیقت نہیں تھی۔ تو پھر اس پاکستان کی کیا ضرورت پڑ رہی تھی؟ ایک الگ اور جداگانہ اسلامی ملک کا مطالبہ کیا معنی رکھتا تھا اور اس کے بغیر مسلم مذہب روایات، تصورات عقائد کیوں معرض خطر میں تھے یا یہ سب محض ڈھونگ یا ہاتھی کے دانت تھے جو صرف دکھانے ہی دکھانے کے لیے تھے کہ اس کے دھوکے میں آکر مسلمان اپنی پونجی بھی لٹا بیٹھے، اچھی خاصی جمی جمائی زندگیوں کو روگ لگا بیٹھے بقول شخصے نہ مایا ملی نہ رام کیا آج بھی وہی حالات نہیں جن سے نجات چاہی گئی تھی۔ اگر یہ صورت حال وہی ہے تو پھر...... ہندوستان ہی کیا بُرا تھا؟" [۴۹]

قیام پاکستان کے بعد ابتدائی چند سالوں میں قومی زبان کے نفاذ، اس کی اہمیت اور افادیت اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں جن خدشات کا اظہار اس رسالے کے اداریوں میں کیا گیا تھا وہ وطن عزیز کی موجودہ صورتحال سے موازنہ کرنے پر بہت واضح ہو جاتے ہیں۔

قومی زبان نے ۶۰ سال سے زائد اشاعتی سفر میں تحقیقی، تنقیدی، علمی اور سوانحی مضامین و مقالات کے علاوہ نظمیں اور غزلیں اور تبصرہ کتب شائع کیے۔ علامہ اقبال، قائد اعظم اور بابائے اردو مولوی عبدالحق کی شخصیات کے حوالے سے خصوصی شمارے ہر سال شائع کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف مشاہیر

ادب کے گوشے بھی قومی زبان نے شائع کیے ہیں۔ مشفق خواجہ کے بعد شبیر علی کاظمی، ادا جعفری اور ادیب سہیل مدیر رہے۔

مقتدرہ قومی زبان کا ترجمان رسالہ ماہ نامہ "اخبار اردو" کراچی سے نفاذ اردو کی تحریک کو مہمیز عطا کرنے کے لیے ڈاکٹر معین الدین عقیل کی ادارت میں جولائی ۱۹۸۱ء جاری کیا گیا۔ مجلس مشاورت میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، محمد رمضان ملک، بلال احمد زبیری، ڈاکٹر نعیم الحسن نقوی، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن اور ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری شامل تھے۔ اس ماہ نامہ کے اعراض و مقاصد کے حوالے سے معروضات کے تحت ڈاکٹر معین الدین عقیل تحریر کرتے ہیں:

> "اخبار اردو کا اجراء دراصل اسی احساس کے ماتحت ہے کہ اس کے ذریعے نہ صرف قوم کے سامنے مقتدرہ کی کار گزاریوں اور نتائج کو سامنے لایا جائے بلکہ اس طرح رابطہ کا ایک وسیلہ بھی پیدا کیا جائے تاکہ مقتدرہ قوم کے احساس اور باشعور طبقہ سے تجاویز اور مشوروں کی صورت میں رہنمائی حاصل کر سکے۔۔۔ اس اخبار کو اردو زبان کے نفاذ، اس کے مسائل، لسانی مباحث تحقیقات اور لسانی وادبی خبروں کے لیے مخصوص کیا جا رہا ہے۔" [۵۰]

"اخبار اردو" نے اردو زبان کی اہمیت وافادیت اور اس کے نفاذ کے حوالے سے عمدہ مضامین پیش کیے اس کے علاوہ لسانی مباحث بھی اس ماہ نامہ کا خاصہ رہے ہیں۔ اس ماہ نامے میں ملک اور بیرون ملک اور اردو وادب سے متعلق جاری سرگرمیوں کی خبریں ۳ کتب اور رسائل کا تعارف اور زبان کی اہمیت وافادیت اور اس کے نفاذ سے متعلق مباحث پر مبنی مضامین و مقالات شائع کیے جاتے رہے۔ "مسائل و مباحث" کے تحت اس ماہ نامے نے نفاذ اردو اور اس سے متعلق مسائل اور مباحث پر آرا طلب کی جاتی تھیں اور موصول ہونے والے مراسلات کو اس سلسلے کے تحت شائع کیا جاتا تھا۔ اس ادبی سلسلے میں ملک کے نامور محققین اور ادبا کے خطوط پیش کیے گئے۔ ۱۹۸۳ء کے آخر تک یہ رسالہ کراچی سے شائع ہوا لیکن جنوری ۱۹۸۴ء میں مقتدرہ قومی زبان کے اسلام آباد منتقل ہو جانے بعد یہ ماہ نامہ وہاں سے جاری ہوا۔

ترقی اردو بورڈ کا سہ ماہی مجلّہ "اردو نامہ" اگست ۱۹۶۰ میں جاری ہوا، اس کے نگران ممتاز حسن تھے اور ادارہ تحریر میں جوش ملیح آبادی، شان الحق حقی، نسیم امروہوی اور خواجہ حمیدالدین شاہد تھے۔ اس رسالے نے نہایت اعلیٰ درجے کے لسانی، ادبی اور علمی تحقیقی نوعیت کے مقالات و مضامین پیش کیے۔

ترقی اردو بورڈ کے تحت مرتب کی جانے والی لغت کے آغاز اردو الفاظ کی ترتیب سے متعلق آراو تجاویز اور دیگر مباحث کو بھی اس رسالے نے خصوصی اہمیت دی۔ یوں لسانی مباحث کے علاوہ لغت نویسی سے متعلق بھی بہت سا علمی و تحقیقی مواد اس رسالے کے صفحات پر پیش کیا گیا۔ ۱۹۷۷ء تک اردو نامہ کے ۵۴ شمارے شائع ہوئی اس کے بعد اس کی اشاعت معطل ہو گئ۔

اگست ۱۹۶۰ء میں پاکستان رائٹر گلڈ کراچی نے ایک ماہ نامہ "ہم قلم" کے نام سے شمیم احمد کی ادارت میں کراچی سے جاری کیا۔ "ہم قلم" کا مقصد ادیبوں اور بالخصوص نئے لکھنے والوں کی تخلیقات کی اشاعت تھا۔ گلڈ اس رسالے میں شائع ہونے والے ادیبوں کو مشاہرہ ادا کرتا تھا۔ ہندوستان اور پاکستان کے اہم ادیبوں شاعروں کا تعاون اس رسالے کو حاصل رہا۔ یہ رسالہ کسی تحریک یا نظریہ سے وابستہ ادیبوں تک محدود نہ تھا:

> "ہماری پالیسی ادب ہے۔ ادب جو زندگی ہے جو ماضی ہے جو مستقبل ہے ہم کسی ایک طبقہ خیال کے پابند نہیں ہیں نہ مخالف۔" [۵۱]

ہم قلم میں علمی، ادبی لسانی اور مختلف النوع مضامین و مقالات کے علاوہ افسانوی اور شعری ادب بھی اس کے اہم موضوعات رہے۔ اقبال اکیڈمی کے زیر اہتمام اپریل ۱۹۶۰ء میں کراچی سے ذولسانی سہ ماہی "اقبال ریویو" جاری کیا گیا۔ اس مجلے کا مدیر یا نگراں اکیڈی کا ڈائریکٹر ہوتا تھا۔ اس مجلے کی وجہ شہرت علامہ اقبال جیسے نابغہ روزگار شخصیت سے وابستگی تھی۔ اقبال کی شخصیت شاعری علمی وادبی خدمات فلسفیانہ موضوعات کی وضاحت، شاعری پر تحقیق جیسے موضوعات پر مبنی مضامین و مقالات اس سہ ماہی جریدے میں شامل کیے جاتے تھے۔ اس علاوہ علامہ اقبال کے اشعار کی تشریحات اور فکری و معنوی اہمیت بھی اس رسالے کا موضوع رہے۔ یہ ایک خالصتاً تحقیقی مجلّہ تھا۔ اور بعد ازاں یہ مجلّہ لاہور منتقل ہو گیا۔

جنوری ۱۹۷۵ء میں مرزا ظفر الحسن نے ادارہ یادگار غالب کراچی کے زیر انتظام سہ ماہی جریدہ "غالب" جاری کیا گیا۔ اس جریدے کے مدیر اعلیٰ فیض احمد فیض تھے۔ مرزا ظفر الحسن اس جریدے کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہیں:

> "رسالہ نکالنا ادارے کی ایک آئینی ذمہ داری تھی جو مالی مشکلات کی وجہ سے آج تک

پوری نہ کی جاسکی مگر آج پوری کی جارہی ہے۔ تمام تلخ تجربوں کے باوجود ایک نئی شمع روشن کرنی تھی سوده آج روشن ہوئی۔۔۔ جس طرح ادارے اور لائبریری نے ادبی دنیا میں چھوٹا سا مقام پیدا کیا ہے کوشش کی جائے گی کہ یہ جریدہ بھی کوئی حیثیت حاصل کر لے۔"[۵۲]

تحقیق و تنقید غالب کو اس رسالے میں ہمیشہ اہمیت حاصل رہی۔ "غالب کے دو شعر" از شان الحق حقی[۵۳] "غالب اور ستارہ شناسی" از سید صمد حسین رضوی[۵۴] "غالب اور عہدِ غالب" از شمس الدین صدیقی[۵۵] کے علاوہ دیگر مضامین شامل ہیں۔

سہ ماہی "غالب" میں غالب کی شخصیت اور فن کے علاوہ شاعری، طنز و مزاح اور خطوط کو بھی شامل کیا گیا۔ ستمبر ۱۹۷۷ء میں اقبال نمبر اقبال کے جشن صد سالہ کے موقع پر شائع کیا گیا جس میں اردو کے موقر ادبی رسائل میں اقبالیات کے موضوع پر شائع ہونے والے نایاب مضامین بالخصوص شامل کیے گئے۔ اقبال نمبر کے بعد غالب کی اشاعت تقریباً ۱۰ سال تک تعطل کا شکار رہی ۱۹۸۷ء جولائی تا دسمبر اور جنوری تا جون ۱۹۸۸ء مشترکہ اشاعت کی گئی۔ فیض احمد فیض اور مرزا ظفر الحسن کے انتقال کے باعث اس دوسرے اشاعتی عرصے میں مختار زمن اور مشفق خواجہ مدیران کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ سہ ماہی کے بجائے یہ ششماہی دور کا جریدہ بنا دیا گیا۔ غالب میں ترتیب و پیشکش کے لحاظ سے عمدہ تبدیلیاں کی گئیں۔ مضامین و مقالات غالب کی شخصیت اور فن کے علاوہ دیگر ادبی شخصیات پر بھی شامل کیے گئے۔ اس علاوہ خطوط کو باہتمام شائع کیا گیا غالب کے اہم کارناموں میں فیض احمد فیض نمبر[۵۶] اور بخاری نمبر[۵۷] بھی شامل ہے۔

سندھ سے شائع ہونی والے اردو ادبی رسائل میں تین رسائل براہ راست حکومت کے زیر سرپرستی شائع ہوتے رہے۔

"ماہ نو" ادارہ مطبوعات پاکستان کے تحت سید وقار عظیم کی ادارت میں کراچی سے اپریل ۱۹۴۸ء میں جاری ہوا۔ دوسرا رسالہ پندرہ روزہ "آہنگ" ریڈیو پاکستان کراچی کے تحت یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو جاری کیا گیا۔

"ماہ نو" کے مشمولات پر اگر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو یہ معتدل ادبی جریدہ نظر آتا ہے۔ جس نے افسانے، کہانیاں، تراجم، ادبی تنقیدی، سوانحی مضامین، غزلیں، نظمیں سبھی کچھ پیش کیا۔ وقار عظیم کے بعد

محمد حسن عسکری، رفیق خاور اور ظفر قریشی اس کے مدیر رہے۔ ان حضرات نے اپنے اپنے ادوار میں اس رسالے کی ادبی جہت کو باوجود سرکاری پرچہ ہونے کے بہتر سے بہتر بنایا۔ اس رسالے اغراض و مقاصد پہلے شمارے میں یوں موجود ہیں:

> "ماہ نو کا مسلک و مشرب وسیع النظری پر مبنی ہوگا اور اس کے اوراق ادب کو قدیم روایتوں کے نقوش بھی حاصل ہوں گے۔ اور ادب اور شعر کے نئے تجربوں کی جولاہ نگاہ بھی، ادب میں جو کچھ لطیفہ جمال ہے ادب میں جو کچھ زندگی کی نزاکتوں کا حاصل ہے۔ اس میں جو کچھ خیر کا حامی شر کا باغی ہے اس کے لیے ماہ نو کا دامن ہمیشہ وسیع رہے گا۔" [۵۸]

اس ماہ نامہ کے مستقل اور مشہور سلسلوں میں ادبی مذاکرہ قابل ذکر ہے جس کے تحت کسی ادبی مسئلے پر مختلف ادیبوں، نقادوں، محققوں سے رائے طلب کی جاتی اور اس موصول شدہ رائے کو ترتیب دے کر پیش کیا جاتا۔ علاقائی ادب بھی ماہ نو کا خاص موضوع رہا جس کے تحت مختلف صوبوں اور علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں میں ادبی تخلیقات اور ادیبوں کا تعارف پیش کیا جاتا، اس طرح اس رسالے نے علاقائی ادب کی اہمیت اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں نئے نئے موضوعات وتراکیب کا اضافہ کیا۔ "ماہ نو" اگست میں استقلال نمبر، فروری میں غالب سے متعلق مضامین اور اپریل میں اقبال سے متعلق مضامین بالخصوص شائع کرتا رہا ہے۔

"آہنگ" غلام عباس کی ادارت میں کراچی سے جاری ہوا۔ ٹیلی وژن کے آغاز سے پہلے ریڈیو واحد معلوماتی اور تفریحی ذریعہ تھا اور آہنگ ریڈیو پاکستان کے تحت شائع ہوتا تھا۔ اس لیے اسی کی مقبولیت غیر معمولی تھی۔ اس میں ریڈیو سے منسلک مشہور و معروف شخصیات کی تصاویر اور ان کا تعارف ریڈیو کے پروگرامات کی تفصیل اور نظام الاوقات، ریڈیو سے نشر ہونے والے ڈرامے شائع کیے جاتے تھے۔

۱۹۴۹ء میں رشید احمد ۱۹۵۰ء میں عشرت رحمانی اس کے معاون مدیر بنے۔ بعد ازاں محشر بدایونی بھی معاون مدیر رہے۔ چند ہی سالوں میں اس رسالے میں افسانے، سفر نامے، غزلیات، نظمیں، قارئین کے خطوط، کتب پر تبصرہ اور ادبی خبریں شائع ہونے لگیں۔ رسالے کی ضخامت میں تو کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا، البتہ سائز بڑا کر دیا گیا۔ باتصویر تو پہلے ہی تھا مزید یہ کہ رنگین تصاویر مکمل صفحے کی شائع کی جانے لگیں۔

سرکاری پرچہ ہونے کی وجہ سے اس رسالے کو جو فوائد حاصل تھے وہ اس کے صوری حسن میں نمایاں طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

ریڈیو کی نشریات میں ڈرامے، فیچر اور غنایئے بھرپور انداز میں نشر کیے جاتے تھے لہٰذا ادیبوں کی ریڈیو پاکستان سے وابستگی لازمی تھی۔ اس دور میں بڑے بڑے نامور ادیب اور شعرا ریڈیو سے منسلک تھے۔ ان کی تخلیقات اس رسالے کی زینت بنتی تھیں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کا مضمون "شبلی کی نثری خدمات" نومبر ۱۹۸۸ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس بارے میں مزید تفصیل بھی اس رسالے میں موجود پروگراموں کے نظام الاوقات کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ یوں اس دور میں ریڈیو سے نشر کیا جانے والا ادبی تنقیدی اور تحقیقی سرمایہ اس رسالے کے صفحات میں محفوظ ہوتا چلا گیا۔

مئی ۱۹۷۶ء میں عبدالحلیم شیخ کی ادارت میں ماہ نامہ "پیغام" کراچی سے حکومت سندھ کے شعبہ اطلاعات کی زیر نگرانی جاری ہوا۔ اس رسالے نے ادبی مضامین اور بالخصوص سندھی ادب کے تراجم اور سندھی ادیبوں کی نگارشات کو شائع کیا۔ اس رسالے کا مقصد اردو اور سندھی ادب اور ادیبوں کو قریب لانا نظر آتا ہے۔ تیسرا رسالہ "اظہار" ۱۹۷۹ء میں کراچی سے حکومت سندھ کے شعبہ مطبوعات واطلاعات کے زیر انتظام شائع ہوا۔ اس کے مقصد بھی "ماہ نو" کی طرح ادب کی خدمت کرنا تھا۔ لیکن باوجود نامور ادیبوں اور شاعروں کے تعاون کے یہ رسالہ وسیع حلقہ قارئین قائم نہ کر سکا۔ اس کے منتظم کریم بخش خالد تھے۔

سندھ کی اردو ادبی صحافت کے اس مختصر جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ادبی تحاریک اور نظریات سے وابستہ اور مختلف نیم سرکاری اور سرکاری اداروں کے زیر سرپرستی شائع ہونے والے اردو ادبی رسائل کے اجراء کا بنیادی محرک اردو زبان وادب کا فروغ اور ترویج رہا ہے لیکن منزل ایک ہونے کے باوجود ان کے راستے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

نظریاتی اور تحریکی نوعیت کے حامل "فاران"، "چراغ راہ" جیسے ماہ ناموں نے اسلامی ادب کی فکری جہت کو ادب کے وسیلے سے فروغ دینے کی کوشش کی۔ اسلامی ادب کی فکر سے وابستہ ادیبوں شاعروں کی حیات وخدمات، ان کی تخلیقی کاوشوں اور فکری و تنقیدی مضامین میں زیرِ بحث رجحانات کے مطالعے میں یہ رسائل معاون ہیں، "ارتقا"، "طلوع افکار" اور "پاکستانی ادب" نے ترقی پسند نظریات کو ادبی سطح پر پیش

کرتے ہوئے اپنے حلقہ قارئین کو ان افکار و نظریات سے منسلک رکھنے کی کامیاب کوشش کی۔ بالخصوص "ارتقا" نے ترقی پسند مشاہیر کی سوانحی اور علمی خدمات کی پیش کش کے ذریعے ایک علمی اور ادبی دستاویز کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اردو ادبی صحافت کی تاریخ میں ترقی پسند نظریات کو سمجھنے کے لیے یہ رسائل کی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ "اخبار اردو"، "قومی زبان" اور "اردو نامہ" نے اردو زبان کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرنے اور اس کے قومی سطح پر نفاذ کے لیے جو کاوشیں کیں وہ اردو زبان وادب کی تاریخ میں اہم باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ "اردو نامہ" نے اردو لغت کی قسط وار اشاعت اور اس ضمن میں ناقدانہ مضامین ومکتوبات کی اشاعت کے ذریعے علمی و لسانی مباحث کا جو طویل سلسلہ پیش کیا وہ اس مجلے کو اردو رسائل کی فہرست میں نمایاں اور منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ غالبیات اور اقبالیات کے حوالے سے "اقبال ریویو" اور "غالب" کا کردار اہم رہا۔ پاکستان رائٹر گلڈ کراچی کے ماہ نامہ "ہم قلم" نے اپنی تنظیم کے تحت نوجوان ادیبوں کو موقع فراہم کیا۔ سرکاری سرپرستی میں جاری رہنے والے رسائل "ماہ نو" اور "آہنگ" نے ادب کی ترویج کے ساتھ ساتھ اردو ادب اور پاکستان کی علاقائی ثقافتوں کے مابین ایک ایسے پل کا کام کیا ہے جو لسانی اور ادبی ہم آہنگی کا مظہر ہے جب کہ تراجم کے ذریعے علاقائی ادب میں موجود کلاسیکی عناصر، موضوعات اور ذخیرہ الفاظ سے اردو ادب کے دامن کو وسیع کیا۔

حوالہ جات:

۱۔ شاہدہ بیگم، سندھ میں اردو (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۰ء)، ص ۱۹۔

۲۔ فاران (ماہ نامہ)، جولائی ۱۹۵۵ء، کراچی، ص ۸۔

۳۔ ایضاً، جون ۱۹۴۹ء، کراچی، ص ۷۔

۴۔ ایضاً، ص ۲۰۔

۵۔ ایضاً، جولائی ۱۹۴۹ء، کراچی، ص ۲۶۔

۶۔ ایضاً، مارچ ۱۹۵۱ء، کراچی، ص ۴۔

۷۔ ایضاً، جون ۱۹۵۲ء، کراچی، ص ۵۲۔

۸۔ ایضاً، ص ۴۱۔

۹۔ ایضاً، مئی ۱۹۵۳ء، کراچی، ص ۴۳۔

۱۰۔ ایضاً، جون ۱۹۵۳ء، کراچی، ص ۴۰۔

۱۱۔ ایضاً، جون ۱۹۶۲ء، کراچی، ص ۲۵۔

۱۲۔ ایضاً، جنوری ۱۹۵۲ء، کراچی، ص ۱۵۔

۱۳۔ ایضاً، جون ۱۹۵۲ء، کراچی، ص ۳۴۔

۱۴۔ ایضاً، اکتوبر ۱۹۵۳ء، کراچی، ص ۱۱۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۴۔

۱۶۔ چراغِ راہ (ماہ نامہ)، ستمبر ۱۹۵۰ء، کراچی، ص ۴۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۷۔

۱۸۔ ارتقا(ماہ نامہ)، دوسری کتاب، اداریہ، کراچی

۱۹۔ ایضاً، ستمبر، ۱۹۸۹ء، کراچی۔

۲۰۔ ایضاً، دسمبر، ۱۹۸۹ء، کراچی۔

۲۱۔ ایضاً، اپریل، ۱۹۹۰ء، کراچی۔

۲۲۔ ایضاً، مارچ، ۱۹۹۱ء، کراچی۔

۲۳۔ ایضاً، ستمبر، ۱۹۹۱ء، کراچی۔

۲۴۔ ایضاً، فروری، ۱۹۹۲ء، کراچی۔

۲۵۔ ایضاً، مئی، ۱۹۹۳ء، کراچی۔

۲۶۔ ایضاً، اکتوبر، ۱۹۹۴ء، کراچی۔

۲۷۔ ارتقا(ماہ نامہ)، مارچ، ۱۹۹۵ء، کراچی۔

۲۸۔ ارتقا(ماہ نامہ)، مئی، ۱۹۹۶ء، کراچی۔

۲۹۔ ارتقا(ماہ نامہ)، جون، ۱۹۹۸ء، کراچی۔

۳۰۔ ارتقا(ماہ نامہ)، دسمبر ۲۰۰۱ء، کراچی۔

۳۱۔ ارتقا(ماہ نامہ)، جون ۲۰۰۰ء، کراچی۔

۳۲۔ ارتقا(ماہ نامہ)، ستمبر، ۲۰۰۰ء، کراچی۔

۳۳۔ ارتقا(ماہ نامہ)، جنوری، ۲۰۰۱ء، کراچی۔

۳۴۔ ارتقا(ماہ نامہ)، مارچ ۲۰۰۲ء، کراچی۔

۳۵۔ ایضاً، اکتوبر، ۲۰۰۲ء، کراچی۔
۳۶۔ ایضاً، جنوری، ۲۰۰۳ء، کراچی۔
۳۷۔ ایضاً، اکتوبر ۲۰۰۴ء، کراچی۔
۳۸۔ ایضاً، جنوری ۲۰۰۳ء، کراچی۔
۳۹۔ ایضاً، اکتوبر ۲۰۰۴ء، کراچی۔
۴۰۔ ایضاً، مارچ ۲۰۰۵ء، کراچی۔
۴۱۔ پاکستانی ادب (ماہ نامہ)، نومبر ۱۹۷۴ء، کراچی، اداریہ۔
۴۲۔ انور سدید، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ (اسلام آباد: اکادمی ادبیات، ۱۹۹۲ء)، ۲۳۶۔
۴۳۔ آئندہ (ماہ نامہ)، مئی تا جولائی ۱۹۹۶ء، کراچی، اداریہ۔
۴۴۔ ایضاً، دسمبر ۲۰۰۰ء، کراچی، ص، اداریہ۔
۴۵۔ ایضاً، جنوری تا مارچ ۲۰۰۶ء، کراچی، ص، اداریہ۔
۴۶۔ ایضاً، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۶ء، کراچی۔
۴۷۔ قومی زبان (ماہ نامہ)، ۸ جون ۱۹۴۸ء، کراچی، ص ۳۔
۴۸۔ ایضاً، یکم جنوری ۱۹۵۳ء، کراچی، ص ۷۔
۴۹۔ ایضاً، یکم جنوری ۱۹۵۶ء، کراچی، ص ۲۔
۵۰۔ اخبار اردو (ماہ نامہ)، جولائی ۱۹۸۱ء، کراچی، ص ۲۔
۵۱۔ ہم قلم (سہ ماہی)، اگست ۱۹۶۰ء، کراچی، ص اداریہ۔
۵۲۔ غالب (سہ ماہی)، جنوری ۱۹۷۵ء، کراچی، اداریہ۔
۵۳۔ ایضاً۔
۵۴۔ ایضاً۔
۵۵۔ ایضاً۔
۵۶۔ ایضاً، اپریل تا جون ۱۹۷۶ء، کراچی۔
۵۷۔ ایضاً، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۷۵ء، کراچی۔
۵۸۔ ماہ نو (ماہ نامہ)، اپریل ۱۹۴۸ء، کراچی، اداریہ۔